

An Analysis of Professor A.M. Moulvi's Travelogue *Modern Iran*

پروفیسر اے۔ ایم۔ مولوی کے سفر نامہ "ماڈرن ایران" کا جائزہ

Dr. Sami Ullah

Assistant Professor, Department of Persian, Government College University, Faisalabad.

*Corresponding Email: drsamiullah@gcu.edu.pk

DOI: <https://doi.org/10.56276/tasdiq.v7i02.41>

Abstract

The bilateral ties between Iran and the Subcontinent are multifaceted and deeply rooted, spanning centuries. Historically, travelers from both regions have explored and fostered mutual cultural and linguistic advancements. Notably, before partition, Professor A.M. Moulvi M.A., a Persian language teacher at Government College, University of Bombay, embarked on a journey to Iran. He was profoundly impressed by the country's rapid modernisation, which he observed in every aspect of Iranian life. In his book, "Modern Iran", which was published in English in 1938, Professor A.M. Moulvi praised the Iranian government, particularly Emperor Reza Shah Pahlavi, for his pivotal role in transforming the nation through wise leadership. He also commended the Iranian people for their courteous behaviour, which contributed to the country's swift progress.

The book was later translated into Urdu by Syed Muhammad Hassan Bilgrami, titled "Karnama-e-Pahlavi," two years after its initial publication. This article aims to highlight the significance of "Modern Iran" as a historical source on Iran's modern evolution and its literary importance as a captivating travelogue, providing valuable insights for readers.

Keywords:

Professor A.M. Moulvi, Modern Iran, Reza Shah Pahlavi, Syed Muhammad Hassan Bilgrami, Karnama-e-Pahlavi, Travelogue.

Received: 01-11-2025

Accepted: 10-12-2025

Online: 31-12-2025



This article is licensed under the Creative Commons Attribution (CC BY 4.0).

Free use, distribution, and reproduction permitted with proper citation of the original work.

© The Author(s).

ہر انسان اپنے ذوق و شوق، مشغلہ زندگی، مالی وسائل اور دیگر ضروری امور کو مد نظر رکھتے ہوئے سفر کی خواہش ضرور رکھتا ہے۔ بعض اوقات محض دنیا دیکھنے کا شوق اسے سیر و سیاحت کے لیے اکساتا ہے تو بعض اوقات مذہبی عبادت کی ادائیگی اور زیارات مقامات مقدس کی تڑپ اسے عازم سفر کرتی ہے۔ کبھی فرائض منصبی کی بجا آوری تو کبھی جزوقتی یا مستقل نقل مکانی کے سبب انسان سفر اختیار کرتا

ہے۔ غرض کسی بھی نوعیت کا سفر انسان کے لیے ناگزیر نظر آتا ہے۔ ادب جو کہ انسانی معاشرت کے ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے اس میں سفر کو بھی خاطر خواہ اہمیت حاصل ہے۔ مختلف معاشروں میں مختلف نوعیت کے درپیش سفر کی تحریریں سرگذشت ادب کی ایک خوبصورت شکل سفر نامہ کی صورت میں ابھری ہے جو قارئین کی نہ صرف علمی تشنگی کی تسکین کا سبب ہے بلکہ انہیں نادیدہ مقامات کے ظاہری و باطنی خدوخال، معاشرت اور دیگر پہلوؤں سے بھی روشناس کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دن گزرنے کے ساتھ ساتھ سفر نامہ نویسی کسی بھی زبان کے ادب میں ایک معروف صنف ادب کے طور پر سامنے آرہی ہے البتہ اس کے شاخسانے عہد قدیم سے ہی موجود ہیں۔ اردو ادب کا دامن بھی سفر نامہ نویسی سے بھرپور نظر آتا ہے اور عہد موجود میں اس کا رواج زور و شور سے بام عروج پر گام زن ہے۔ داخلی اور خارجی علاقوں سے متعلق اردو ادب میں مشہور سفر ناموں کا وجود سفر نامہ نویسی کی اہمیت، شہرت اور ترویج کی دلیل ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کے سفر ناموں کے مطالعے سے ان خطوں کی معلومات کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر ان سے کئی طرح کی نسبتوں کے متعلق بھی معلوم پڑتا ہے اور عہد گزشتہ کی صورت حال بھی واضح ہوتی ہے۔ اسی طرح اردو زبان میں ایران سے متعلق سفر نامے بھی نمایاں مقام رکھتے ہیں جو عہد گزشتہ ہی سے دو خطوں کے باہمی روابط اور گہری نسبتوں کے عکاس ہیں۔ ان سفر ناموں کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے افراد ان باہمی اور مشترک نسبتوں کے پیش نظر بار بار سرزمین ایران کا سفر اختیار کرتے جن میں سے اکثر و بیشتر مذہبی مقامات کی زیارت، دو طرفہ تجارتی مقاصد، سیاسی و سرکاری محرکات، حصول تعلیم یا خالصتاً سیر و سیاحت ہوا کرتے ہیں۔ تعلیمی مقاصد کے پیش نظر بہت سے ماہرین تعلیم کے ایران کے سفر کی روداد بھی پڑھنے کو ملتی ہیں جن میں تعلیمی کانفرنس میں شمولیت، خود حصول تعلیم اور دیگر علمی نوعیت کی سرگرمیاں محرک سفر رہی ہیں۔ عہد حاضر میں بھی سرکاری سطح پر حکومت ایران کی سرپرستی میں سالانہ بنیادوں پر منعقد ہونے والی تعلیمی کانفرنسیں، زبان آموزی کے مختصر مدت کے دورے تعلیم و تدریس سے وابستہ افراد کو اس مہمان نواز، علم دوست سرزمین اور وہاں کی معاشرت سے روشناس ہونے کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے ان مہمان مسافروں نے، روایتوں اور شاندار ماضی کی امین ایرانی قوم کی مہمان نوازی کے شاہد رہتے ہوئے ملک ایران سے متعلق اپنے سفر کی روداد سفر ناموں کی صورت میں منظر عام پر لائے ہیں۔

سن 1976ء میں ایران کے ادارے "بنیاد فرهنگ ایران"¹ کی طرف سے ہندوستان کی مختلف جامعات کے اساتذہ و طالب علموں کو مدعو کیا گیا جن کے سفر کا دورانیہ جولائی 1976ء سے ستمبر 1976ء تک رہا۔ اس وقت کی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے استاد ڈاکٹر شعیب اعظمی (1932ء-2013ء) جو عربی، فارسی اور اسلامی مطالعات² میں فارسی تدریس کا فرائضہ انجام دے رہے تھے، اس سفر میں شریک تھے جنہوں نے وطن واپسی پر اس سفر کی روداد "صحبت یا آخر شد"³ کے نام سے تحریر کی اور انڈیا پبلسیشن سوسائٹی دہلی نے اسے 1977ء میں شائع کیا۔ اسی ادارے کی دعوت پر سال 1977ء میں پاکستان سے چھبیس اساتذہ کا وفد ایران کے دورے پر گیا جس کے سفر کا

دورانیہ اکتوبر 1977ء سے فروری 1978ء تھا۔ پروفیسر افضل حسین علوی اس وفد میں شریک تھے اور واپسی پر انھوں نے اس سفر کی سرگذشت کو "دیکھ لیا ایران" کے نام سے سفر نامہ کی صورت تحریر کیا جو پہلی مرتبہ 1983ء اور دوسری مرتبہ 1990ء میں لاہور سے شائع ہوا۔

پروفیسر مرزا مقبول بیگ بدخستانی (1905ء-1993ء) گورنمنٹ کالج لاہور میں فارسی زبان کی تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام "اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ" سے بھی وابستہ رہے اور "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" (جلد چہارم، فارسی ادب، حصہ دوم) کے مدیر خصوصی رہے۔ فارسی ادب کی تاریخ کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی ادبی خدمات کے لیے حکومت ایران نے ان کو "نشان سپاس" عطا کیا تھا⁶۔ مقبول بیگ بدخستانی نے سن ساٹھ کی دہائی میں غالباً بار ایران کا سفر اختیار کیا اور "سرزمین حافظ و خیام" عنوان سے ایران کا سفر نامہ تحریر کیا جو 1979ء میں لاہور سے شائع ہوا۔ سفر نامہ کے آغاز میں تحریر کرتے ہیں⁷:

"راقم الحروف کو فارسی زبان سے فطری لگاؤ ہونے کے ساتھ فارسی پڑھانے کا موقع حاصل ہوا تو اس زبان کے ساتھ میرا رابطہ استوار تر ہوتا رہا لیکن اس کے باوجود یہ احساس دامن گیر رہا کہ فارسی زبان کا مطالعہ ایران کی سیاحت کے بغیر تشنہ تکمیل رہے گا۔ آخر، اس احساس کی بدولت مجھے ایران جانے کے دو مواقع میسر آئے۔ سرزمین حافظ و خیام جو ہدیہ قارئین ہے سیاحت ایران ہی کا نتیجہ ہے۔"

ایران سے متعلق مطبوعہ سفر ناموں کا ذکر کیا جائے تو "ماڈرن ایران" ایک ایسا سفر نامہ ہے جس کا مصنف فارسی زبان کا استاد ہے جو مورخوں، اخبار نویسوں کی تحریروں اور دیگر منابع سے ہٹ کر ایران کو دیکھنے کے شوق میں ذاتی اخراجات پر ایران کا سفر اختیار کرتا ہے تا کہ اس خطہ ارضی کو قریب اور بہتر انداز میں مشاہدہ کر کے فارسی زبان و ادب کے طالب علموں کو مؤثر انداز میں اس کی تعلیم دے سکے۔

خان بہادر پروفیسر اے۔ ایم مولوی، ایم۔ اے

سن 1938ء میں بمبئی میں اے۔ ایم مولوی نام کی شخصیت کا انگریزی زبان میں ایران سے متعلق سفر نامہ شائع ہوتا ہے جس کا عنوان "Modern Iran" ہے۔ سفر نامہ کے سرورق اور بعض حصوں میں مصنف کا نام اسی صورت درج ہے، اس کے علاوہ ان کی شخصیت سے متعلق خاطر خواہ معلومات نہیں ملتیں۔ مختلف شخصیات کے ذکر پر مشتمل ضیاء الدین برنی بی۔ اے کی کتاب "عظمت رفتہ" میں ان کا نام پروفیسر عبدالصمد مولوی درج ہے جنہوں نے "ماڈرن ایران" انگریزی زبان میں تحریر کی۔ شکار پور سندھ کے رہنے والے تھے اور بمبئی میں تعلیم حاصل کی۔ ابتداء میں بمبئی کے اورینٹل ٹرانسلیٹرز آفس میں بطور اسٹنٹ اردو مترجم ملازم ہوئے بعد میں کرنٹل کالج

دھارواڑ میں منتقل ہوئے اور کئی برس تک عربی، فارسی اور اردو کے پروفیسر رہے۔ 22 مئی 1957 کو کراچی میں ان کا انتقال ہوا⁸۔ اس کتاب میں ان کا ذکر دو صفحات پر بیان ہوا ہے۔ ان کی کتاب "ماڈرن ایران" کے مطالعے اور دیگر منابع میں مصنف کے حالات کی جستجو کے نتیجے میں ان سے متعلق درج ذیل نکات کا علم ہوا ہے:

☆ خان بہادر اے۔ ایم مولوی نے سن 1918ء میں کزنائک آرٹ کالج دھارواڑ⁹ میں شعبہ فارسی۔ اردو کی بنیاد ڈالی¹⁰۔ برطانوی دور حکومت میں اہم شخصیات کو مختلف خطابات سے نوازا جاتا تھا۔ مسلمانوں اور پارسیوں کو جو خطابات ملتے تھے ان میں دیوان بہادر (سب سے اعلیٰ)، خان بہادر، اور خان صاحب کے خطابات شامل تھے۔ بعد میں برطانوی حکومت نے ان خطابات کے لیے اعزازی تمغوں کا سلسلہ شروع کیا اور خطاب کے ساتھ اعزازی سند اور تمغہ ساتھ دیے جاتے تھے¹¹۔

☆ خان بہادر اے۔ ایم مولوی نے کم و بیش بیس سال یا زائد عرصہ تک گورنمنٹ کالج بمبئی یونیورسٹی میں ایرانی زبان و ادب اور تاریخ پڑھائی۔ اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبانوں پر دسترس رکھتے تھے۔ ڈاکٹر فرہاد فترتی (سال پیدائش 1938) نے اپنی کتاب¹² میں خان بہادر اے۔ ایم مولوی کے عربی زبان سے انگریزی میں درج ذیل تراجم کا ذکر کیا ہے:

- Selections from Qazi Noman's Kitab-ul-himma fi adabi ataba el-a'emma or Code of conduct for the followers of Imam.
- Life and Lectures of the Grand Missionary Al-Muayyad-fid-Din al-Shirazi.¹³

☆ پروفیسر اے۔ ایم مولوی لندن کے سکول آف اوری اینٹیل اسٹڈیز میں فارسی درس و تدریس سے منسوب رہے¹⁴۔ سفر نامہ میں لندن کے سکول آف اوری اینٹیل اسٹڈیز میں فارسی زبان سیکھنے والی ساٹھ سالہ انگریز خاتون سے ملاقات کا تذکرہ کرتے ہیں جو "شاہنامہ" کا ترجمہ پڑھ کر اس قدر متاثر ہوئی کہ تہیہ کر لیا کہ فارسی زبان سیکھ کر اس کتاب سے حقیقی معنوں میں لطف اندوز ہوگی۔ لندن ہی میں قیام کے دوران لارڈ ہیڈلے سے ان کے مسلمان ہونے کے بعد ان کے بیوی بچوں کے مختلف مذہب کے پیروکار ہونے کے باوجود باہمی ہم آہنگی اور مذہبی رواداری کا سن کر ہندوستانی اور برطانوی معاشرے میں وسعت خیال کی برعکس صورت حال پر حیرانی کا اظہار کرتے ہیں¹⁵۔ چرچ جاتے ہوئے لارڈ ہیڈلے کے بیوی بچوں کا ان کو عبادت کے لیے مسجد چھوڑنا اور واپسی پر اپنے ساتھ لے جانے کا عمل مصنف کے لیے قابل حیرت ہونے کے ساتھ قابل ستائش ہے۔

☆ کتاب Modern Iran کی اشاعت کے دو سال بعد مصنف کی اجازت سے سید محمد حسن بلگرامی نے "کارنامہ پہلوی" کے نام سے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا جسے نظامی پریس لکھنؤ نے 1940ء میں شائع کیا۔ سید محمد حسن بلگرامی سید محمود رضا بن سید جان بلگرامی کے دوسرے فرزند تھے¹⁶ اور ریاست حیدرآباد میں اکاؤنٹنٹ جنرل کے عہدہ پر فائز رہے۔ بہت سے کتابوں کا اردو ترجمہ کیا اور کئی

کتابیں تصنیف بھی کیں۔ کتاب Modern Iran کے ترجمے "کارنامہ پہلوی" کے دیباچہ میں اپنے سفر ایران کا ذکر بھی کرتے ہیں¹⁷۔ ان کی اہلیہ ام الا عظیم بلگرامی نے ولیم مورگن شوستر (William Morgan Shuster) کی کتاب The Strangling of Persia اور سائیکس (Ella C. Sykes) کی کتاب Through Persia on a Side Saddle اور پروفیسر ایڈورڈ گریٹول براؤن (Prof. Edward Granville Browne) کی کتاب The Persian Revolution سے مستفید ہو کر اردو زبان میں "فغانِ ایران"¹⁸ تالیف کی۔ 1942ء میں حیدرآباد میں وفات پائی اور یہیں دفن ہوئے۔ محمد حسن بلگرامی "کارنامہ پہلوی"¹⁹ کے دیباچہ میں پروفیسر مولوی کے بارے یوں رقمطراز ہیں:

"اسی اثناء میں اسمعیل کالج واقع اندھیری بمبئی کے پرنسپل پروفیسر اے۔ ایم۔ مولوی۔ ایم۔ اے۔ ڈی، آئی، پی کی تصنیف ماڈرن ایران میری نظر سے گذری، یہ کتاب کاوش و عرق ریزی سے لکھی گئی ہے اور بقول سر میرزا اسمعیل خان معین الملک دیوان ریاست میسور، عہد پہلوی کے دلچسپ کارناموں کا تفصیلی مرقع ہے²⁰۔"

مذکورہ بالا نکات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر اے۔ ایم۔ مولوی (ایم۔ اے) بمبئی کے اسمعیل کالج میں فارسی زبان و ادب کے استاد تھے اور اسی زبان و ادب کی تدریس کی نسبت محرک ثابت ہوئی کہ وہ اس دور کے جدید ایران کے مشاہدے کی غرض سے سال 1934ء میں عازم سفر ہوئے اور ملک ایران کے مشاہدہ کردہ حالات و واقعات کو انگریزی زبان میں Modern Iran کے نام سے 193821ء میں شائع کیا۔ اس سفر نامہ کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

- کتاب کے آغاز میں دو تصویریں ہیں۔ پہلی تصویر اعلیٰ حضرت ہمایوں رضا شاہ پہلوی، شاہنشاہ ایران کی ہے، تصویر کے اوپر: پانندہ ایران، پانندہ شاہ درج ہے۔ دوسری تصویر والا حضرت ہمایوں شاہ پور محمد رضا، ولی عہد ایران کی ہے۔ دونوں تصویروں کے نیچے ان کے نام فارسی اور انگریزی میں درج ہیں۔
- کتاب کے آخری صفحات پر بھی دو تصویریں ہیں جن میں سے ایک تصویر سر ہر مزجی کاوس جی دین شاہ (عدن والا) کی ہے اور دوسری تصویر امین الملک سر میرزا اسمعیل دیوان عالی میسور کی ہے اور ان دونوں تصویروں کے نیچے بھی ان کے نام فارسی اور انگریزی میں درج ہیں۔

- انگریزی زبان میں کتاب کا عنوان MODERN IRAN ، مصنف کا نام Prof. A.M.MOULVI, M.A., پبلشر SAIF AZAD - چیف ایڈیٹر ایران باستان شاہ بہرام پریس اور

عیسوی سال اشاعت APRIL 1938 اور شمسی سال 1317-ORDI BEHESHT اور قیمت
4 Rs. درج ہے۔

- کتاب کے آخری صفحہ پر یہی تفصیلات فارسی زبان میں درج ہیں:
- ایران نو - بخامہ: ای. ایم. پروفیسور مولوی، ناشر و چاپ کنندہ: سیف آزاد²³ (رہبر نام ایران
باستان) در چاپ خانہ شاہ بھرام بہ چاپ رسید۔ بمبئی 8 (بایکلا) کلیر رود، آدلفین جنیرس، نمبر
تلفون 41787- اردی بھشت 1317 ش²⁴ - قیمت: چہار روپیہ۔
- کتاب کا انتساب سر ہرمز جی کاوس جی دین شاہ (عدن والا)²⁵ (کے۔ ٹی، ایم۔ وی۔ کیو، او۔ بی۔ ای آف بمبئی، شیفٹہ
ایران کے ادب و ہنر، تاجر مشہور) کے نام ہے۔ کتاب کے آغاز میں امین الملک سر میر زا محمد اسمعیل²⁶، دیوان میسور
کا دیباچہ شامل ہے۔

پروفیسر مولوی Modern Iran کے مقدمے میں اپنے ایران کے سفر کا مقصد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بیس سالوں سے
فارسی زبان پڑھاتے ہوئے کبھی ان کو یہ خیال نہیں آیا کہ اس عظیم سے متعلق ان کی معلومات کافی ہیں، بلکہ یہ اسی قدر اس کا علم رکھتے ہیں
جس کی ہندوستان کی کسی یونیورسٹی میں فارسی زبان پڑھانے والے استاد سے توقع کی جاسکتی ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل پروفیسر
براؤن (1862ء-1926ء) کی کتاب²⁷ Literary History of Iran کا گہرا مطالعہ رکھنے، سائیکس (1867ء-1945ء) کی
History of Iran²⁸ کو بھی ایک سے زائد مرتبہ پڑھنے، اور برس برس ہا برس سر جان میکلم (1769ء-1833ء) کی
History of Iran²⁹ کے تراجم پڑھانے کے باوجود بنگلور میں نووارد ایرانی نوجوان دانشور سے گفت و گو کے دوران اس نے ناراضگی کے سے انداز میں ایران اور
ایرانیوں سے متعلق پروفیسر مولوی کی معلومات کو ناقص دیا۔ اس کی رائے میں جو بھی پروفیسر براؤن نے اپنی کتاب میں لکھا یا ایران سے متعلق
دوسری توارخ میں جو بھی درج ہے وہ سب ناقص ہونے کے ساتھ ساتھ بہت حد تک غلط بھی ہے۔ یہ پہلا موقع تھا جب پروفیسر مولوی اس
بات کا احساس کرتے ہیں کہ ملک ایران اور اس کے باشندوں سے متعلق دقیق اور درست معلومات کے لیے ان کو ایران کا سفر کرنا چاہیے۔

It was revealed to me by this great man that our knowledge of Iran and her
people derived from the books written by European which are the only
sources of information available to us, is defective to an alarming extent³⁰.

درست اور دقیق تر معلومات کے حصول کا تجسس اور جدت کی طرف تیزی کے ساتھ گامزن ہوتے ہوئے ایرانی معاشرے کو
قریب سے دیکھنے اور جانچنے کی لگن پروفیسر مولوی کو کسی پر جوش سیاح کا سا جذبہ بخشتے ہوئے ان کو ملک ایران کھینچ لے جاتی ہے اور ذوق

تسکین کے جذبے سے سرشار مصنف ایران کے اہم شہروں شیراز، اصفہان، تہران، ہمدان میں تجربات و مشاہدات کا سرمایہ دامن میں سمیٹ لیتے ہیں۔ البتہ تبریز شہر کی خوبصورتی، ایرانی شہنشاہ رضا شاہ پہلوی³¹ کی زادگاہ مازندران اور تجارتی اہمیت کے حامل شہر یزد کی سیاحت سے محروم رہ جانے کا فوس بھی کرتے ہیں جہاں پشوتن جی دوسابھائی مارکر³² نے ایک یتیم خانہ کھولا اور ہائی سکول قائم کر رکھا تھا³³۔

یہ کتاب دیباچہ، مقدمہ اور اڑتیس (38) ابواب پر مشتمل ہے۔ مصنف نے ان تمام ابواب میں اپنے سفر کے مشاہدات کے ساتھ اس عہد کے جدید ایران کو ہر حوالے سے بغور مشاہدہ کیا ہے اور جدید ایران کی ثقافت، معاشرت، تعلیم، اقتصاد، عقائد، زراعت انتظامی ڈھانچوں، ذرائع آمد و رفت، ترقی پسندانہ سوچ غرضیکہ تمام پہلوؤں سے متعلق اپنے مشاہدات کو مختلف ابواب کی سرخیوں کے مطابق تفصیل سے بیان کیا ہے۔ پہلے تین ابواب میں بوشہر، اصفہان، شیراز اور تہران کے سفر کی مختصر روداد شامل ہے۔ مصنف اپنی کتاب میں ان مقامات پر پہنچنے کے ذکر کو سفر کی تاریخوں کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ اپنے سفر کے دوسرے حصے میں ہمدان اور قزوین کے شہروں کے سفر سے متعلق تحریر کرتا ہے:

On my return from Iran, I halted for a night at the Qazvin hotel. Here I met Mr. Arthur Uppan Pope, the Director of an institute for Iranian art and archaeology in New York. He was on his way to Persipolis³⁴ with half a dozen American students³⁵.

پروفیسر مولوی جدید ایران کے سفر میں معلومات کے حصول کی خاطر ہر طبقہ فکر کی شخصیات کے نظریات کو گہرائی سے سمجھنے کے لیے ان سے ملاقات کرتے اور تکمیل مقصد کو ان کے ساتھ وقت بسر کرتے۔ ہمدان شہر میں بہت سے مذہبی لوگوں سے ملاقات میں ان کے مذہبی عقائد اور ان کی روشن خیالی کو ماہر تجزیہ کا کی طرح اس کتاب میں بیان کرتے ہیں۔ پروفیسر مولوی ہمدان شہر میں ایسے کئی مذہبی ملاؤں سے ملاقات کا ذکر کرتے ہیں جو ان سے ملاقات کے وقت مغربی تہذیب کے کسی مہذب شخص کا ساحلیہ اپنا چکے تھے اور روشن خیالی نے ان کی شخصیت کو بہت حد تک متاثر کر دیا تھا³⁶۔

پروفیسر مولوی کے ایران میں قیام کی مدت کا صحیح طور سے علم نہیں سوائے اس کے کہ ایک جگہ خود ذکر کرتے ہیں کہ آٹھ مہینے انھوں نے تہران میں گزارے۔ اپنے سفر نامہ کے آخری حصے میں عراق کے شہر نجف میں اپنے دوستوں سے ملاقات کا ذکر کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پروفیسر مولوی ایرانی سرحد سے عراق میں داخل ہوئے³⁷ اور وہاں سے واپس ہندوستان کا سفر کیا۔

عراق کے سفر کے دوران نجف کے حوزہ علمیہ "جمعیۃ الرابطة العلمیۃ الادبیۃ" کے صدر نشین نے پروفیسر مولوی کو اس ادارے کا اعزازی رکن بننے کی پیشکش کی جو انھوں نے یہ کہتے ہوئے قبول کی کہ اگرچہ داڑھی مونچھ کے بغیر ان کا ظاہری حلیہ اس مذہبی تنظیم کا رکن بننے لائق نہیں³⁸۔ غرض یہ کہ ایران کے مختلف شہروں میں پروفیسر مولوی کے مشاہدات و تجربات کا یہ سلسلہ سفر دلچسپ پیرائے میں ایک

خوبصورت اور معلوماتی سفر نامہ کی صورت پر وان چڑھتا ہوا ہمیں شہر شہر کی بود و باش سے آگاہ کرتا ہے۔ سب سے پہلے ان کا ورود "بوشہر" میں ہوتا ہے۔

بوشہر:

ایران میں وارد ہوتے ہی پروفیسر مولوی نے بوشہر میں "آرمینین ہوٹل" میں قیام کیا۔ اس میں قائم قدیم مدرسہ سادات کا دورہ کیا جہاں طلباء و طالبات جدید تعلیم حاصل کرنے میں مصروف تھے۔ ممبئی کے مقیم اپنے پرانے دوست عبدالکریم سے ملاقات کی۔ بوشہر کے ہسپتال کا دورہ کر کے وہاں کے ایک ایک اوزار کا جائزہ لیا۔ بوشہر میں روشنیوں کا اعلیٰ انتظام شہر کو خوبصورت بنانے کے ساتھ ساتھ اس کو دیگر شہروں کی نسبت امتیاز بخشتا ہے۔ بیشتر گھراہینوں یا خام پتھروں کے بنے ہوئے ہیں۔ بعض جدید طرز تعمیر کی سرکاری عمارتیں شہر کی خوبصورتی میں اضافہ کا باعث ہیں۔ مصنف کے نزدیک بوشہر کی سب سے نمایاں خصوصیت یہاں کے گھروں کے صحن میں پانی کے حوض اور چھوٹے باغیچوں کا وجود ہے جو "حیاط" کہلاتے ہیں۔³⁹

شیراز:

ایران میں تاریخی اہمیت کا حامل شہر شیراز دیگر پہلوؤں سے بھی مشہور ہے۔ پھولوں اور باغات کے اس شہر کو سعدی شیرازی اور حافظ شیرازی نے اپنی غزلوں کے ذریعے پوری دنیا میں ایک ممتاز مقام بخشا۔ پروفیسر مولوی شیراز پہنچتے ہیں تو یہاں کے "کانی ہوٹل" میں قیام کرتے ہیں جس کے مالک کا نام "عشقی" تھا۔ پروفیسر مولوی نے دو ہفتے شیراز شہر میں قیام کیا اور یہاں کے قابل ذکر سیاحتی مقامات کی سیر کی جن میں حافظ و سعدی کے مزار، روضہ شاہ چراغ، مدرسہ شاپور، دبیرستان شاہ دخت، دانش سرا، نارمل کالج شیراز، تخت جمشید شامل ہیں۔ اس دوران برطانوی قونصلیٹ اور برطانیہ کی طرف سے بطور پرو قونصل مقرر پشاور کے مقیم ایک افغان خان بہادر عبدالاحد سے ملاقات بھی کی۔ مصنف کی خواہش پر شیراز کے ناظم تعلیمات علی خان ریاضی⁴⁰ نے ان کو شیراز کے سکولوں کا دورہ کرایا۔ شیراز کی قدیم تاریخی اہمیت اور اس دور میں اس شہر کی جدید طرز کو سراہتے ہیں۔ مصنف کے مطابق سعدی و حافظ کی یہ خوبصورت سرزمین جن کے کلام کا دنیا کی ہر بڑی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے ابھی تک خاص تاریخی اور مشرقی تاثیر کی حامل ہے۔ یہاں کے باغات خوبصورت اور سعدی و حافظ کے کلام میں عشق و محبت کی علامت بلبل کے بیٹھے نغمے پروفیسر مولوی کو ابھی بھی ان باغوں میں محسوس ہوتے ہیں۔ رکنا آباد کی ندی اور مصلیٰ کا گلگشت اسی طرح اپنے مقام پر موجود ہیں جن کی تصویر صدیوں پہلے ان شعراء کے کلام میں دیکھنے کو ملتی تھی۔ اس سب کے باوجود پروفیسر مولوی پہلوی حکومت کی جدت پسندی کے ہر طرف دکھائی دینے والے آثار سے متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ ایران کے دیگر شہروں کی

طرح شیراز شہر کے جدید طرز کے شہر میں بدلنے کے مشاہدے کے وقت اس کی کشادہ سڑکوں کا بمبئی کے کوئین روڈ سے موازنہ کرتے ہیں جس کے اطراف میں پانی کی چھوٹی چھوٹی ندیاں بہتی ہیں ایران میں ان کو 'خیابان' کہا جاتا ہے۔ یہاں کی دکانیں یورپی طرز پر بنی صاف ستھری ہیں اور خیابان کے اطراف میں ہوٹل اور ریستورانٹ ان کی رونق میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔⁴¹

اصفہان:

زمانہ قدیم سے ہی اپنے مخصوص دلکش طرز تعمیر اور دیدہ زیب باغات و عمارات کے سبب اصفہان نصف جہان کہلایا ہے۔ 'ماڈرن ایران' کا مصنف اس کرشانی شہر کے حسن سے لطف اندوز ہونے یہاں وارد ہو کر مہمان خانہ فردوس میں مقیم رہے اور یہاں کے مشہور سیاحتی اور تاریخی مقامات جیسے مدرسہ چہار باغ، باغ ہشت بہشت، قصر شاہ عباس، مینار لرزاں (مینار جنباں)، علی وردی خان کا "سی و سہ پل"، مسجد شاہ عباس، جامع مسجد اصفہان کی سیاحت کے ساتھ انگریز پادریوں کے زیر انتظام انگریزی کالج کا بھی دورہ کیا۔ ایک امریکی ماہر آثار قدیمہ جو اٹینبول کے امریکی کالج میں پروفیسر تھے ان سے ملاقات بھی کی۔ اصفہان میں ان کی آمد کی خبر وہاں کے مقامی اخبار میں شائع ہوئی اس کا علم ایک پولیس والے کے ذریعے سے ان کو ہوا:

After ten minutes the officer himself came, salamed me and asked if I was the same gentleman whose arrival in Ispahan was announced in the local paper⁴².

خوبصورت تاریخی عمارتوں کے علاوہ جدید اصفہان شہر کی خوبصورتی مصنف کو یورپ اور ہندوستان میں بھی نہیں دکھائی دی جس کا سہرا عظیم شاہ عباس کے بعد ایران کو جدید اور خوبصورت بنانے کا عزم رکھنے والے حاکم رضا شاہ پہلوی کے سر ہے۔⁴³

قم:

قم ایران میں مذہبی حوالے سے نہایت اہم شہر ہے جس میں ملکی اور غیر ملکی زائرین کثیر تعداد میں زیارت اور حصول علم کے لیے یہاں کارخ کرتے ہیں۔ پروفیسر مولوی یہاں روضہ حضرت فاطمہ معصومہ قم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

تہران:

عروس البلاد ایران کا پایہ تخت تہران جدید طرز زندگی اور معاشرت کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ تہران میں مرزا محمد ہاشم نے عشائے پر پروفیسر مولوی کی میزبانی کی۔ تہران یونیورسٹی میں آرٹس فیکلٹی کے ڈین ڈاکٹر عیسیٰ صدیق اعلم⁴⁴ سے ان کی خصوصی ملاقات ہوئی۔ تہران میں قیام کے ابتدائی دنوں میں ڈاکٹر عبدالرزاق حاذق سے بھی مصنف کی ملاقات رہی۔ پروفیسر مولوی کو تہران کے "دانش

سرائے عالی" (موجودہ دانشگاہ خوارزمی) میں بارہا جانے کا موقع ملا۔ معروف ایرانی محقق ڈاکٹر صادق رضا زادہ شفق⁴⁵ سے متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔ مصنف نے تہران کے اکثر مقامات بھی دیکھے اور دیگر کئی اہم شخصیات سے ملے۔ قدیم ایرانی تہذیب اور نئے دور کے تہران کی جدیدیت کا موازنہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

Today the veil is off. It is not to be seen anywhere. Men and women are freely moving about in the streets. Women are serving as saleswomen in shops and clerks in private and public offices. Restaurants and cinemas are flooded with young women who are behaving in every way like women in the West. The present Iranian life looks like a staged drama. Outsiders cannot easily understand whether the people are acting out this new life at the dictation of some stage manager or are actually living a new life⁴⁶.

ملک ایران کا ترقی کی طرف تیز سفر کو پروفیسر مولوی انسانی تاریخ کا حیران کن واقعہ قرار دیتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان وقت کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہے اگر انسان آگے نہ بڑھے تو وقت اس کو بڑھنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ہر قوم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھی ہے اور دنیا میں مقام پایا ہے۔ ایران کو بھی آگے بڑھنا تھا۔ پروفیسر مولوی کے نزدیک ایران کی ترقی دیکھنے والے کو حیران نہیں کرتی جس قدر اس ترقی اور جدیدیت کی تیز رفتاری حیرانی کا باعث ہے۔

Every other country in the world has risen step by step, while Iran has risen by leaps and bounds. The outside world knows very little of the steps that marked her progress⁴⁷.

پروفیسر مولوی تہران میں قیام کے دوران ایک ہندوستانی ماہر زراعت سے ملاقات کا تذکرہ کرتے ہیں جو سرکاری طور پر زراعت کے میدان میں خدمات سرانجام دینے یہاں موجود تھا اور ہندوستان میں اندور کے انٹیٹیوٹ آف پلانٹ انڈسٹری کی نمائندگی کرتے ہوئے سرکاری طور پر ایران میں کپاس کی پیداوار پر تحقیق کے لیے مقرر تھا۔ اس کے مطابق زرعی میدان میں بھی ایران کی ترقی ایک معجزہ سے کم نہیں۔⁴⁸

جیسا کہ ذکر ہو چکا کہ مصنف کا تعلق درس و تدریس سے تھا اور مزید جاننے کا شوق اسے ایران کھینچ لایا تو جدت کی طرف گامزن جدید ایران کے تعلیمی نظام کا جائزہ مصنف کی خصوصی دلچسپی کا محور تھا۔ اس نظام کو سمجھنے کے لیے مصنف ہر شہر کے تعلیمی اداروں کے دورے کیا کرتا اور ان کے منتظمین سے سیر حاصل گفتگو کرتا۔ پروفیسر مولوی اس سفر نامے میں لکھتے ہیں کہ ایران کے نظام تعلیم کو گہرائی سمجھنے کی خاطر علمی شخصیات سے ان کی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ایک مرتبہ ایک امریکن سکول کے ہاسٹل سپرنٹنڈنٹ نے ان کو سکول کے طالب علموں کے ساتھ کھانا کھانے کی دعوت دی تو وہ کھانے کی میز پر ان ڈیڑھ سو طلباء سلیقے اور مہذبانہ رویے سے بہت حیران ہوئے۔

دوران گفتگو کراچی سے تعلق رکھنے والے ایک پارسی ڈاکٹر کانگا کے دو فرزند جو یہاں زیر تعلیم تھے وہ سپرنٹنڈنٹ کے ساتھ بے تکلفانہ انداز میں باتیں کر رہے تھے جسے دیکھ کر پروفیسر مولوی بہت خوش ہوئے۔ مصنف جہاں ان طالب علموں کی ذہانت سے متاثر ہوتا دکھائی دیتا ہے وہیں پر جدید ایرانی نظام تعلیم بھی ان کے لیے قابل ستائش ہے۔⁴⁹

پروفیسر مولوی کی کتاب Modern Iran کی بڑی خاصیت یہ ہے کہ وہ ایران اور اس کے انتظامی معاملات پر گہری نظر رکھتے ہوئے ہر پہلو سے اس کا تجزیہ کرتے ہیں اور اس زمانے کے جدید ایران کی تصویر قارئین کو پیش کرتے ہیں۔ مشاہدات و واقعات کی روشنی میں مصنف کا پیش کردہ یہی تجزیہ اس کتاب کا تفصیلی حصہ ہے اور کتاب کے زیادہ تر ابواب اسی روش کے عکاس ہیں۔ اجتماعی طور پر ان میں تاریخ ایران، شاہان ایران اور انقلاب پر نظر، ناصر الدین شاہ (1831ء-1896ء؛ ایران کے سلسلہ قاجار کا چوتھا بادشاہ) اور فرقہ بہائی، ایران میں سید جمال الدین (1838ء-1897ء؛ مشہور اسلامی مفکر) کی آمد اور فروغ انقلاب، سال 1901ء تحریک انقلاب کا باقاعدہ سال، سال 1906ء دستوری حکومت کا قیام، ایرانی ادیبوں کی تحریروں کے نمونے، ترقی اور جدیدیت، سال 1921ء رضا شاہ پہلوی کی آمد، رضا شاہ پہلوی کی آمریت، سال 1921ء سے 1925ء تک رضا شاہ کی اصلاحات، ایرانی مذہبی لوگ اور ان پر بیرونی اثرات، ملاؤں کے اقتدار کا خاتمہ، جدید ایران، عورتوں کا پردہ ترک کرنا، ایرانی لوگوں کے عقائد اور خرافات، جدید نظام تعلیم، زراعت، محکمہ حفظان صحت، محکمہ مذہبی امور، محکمہ رجسٹری، محکمہ صنعت و حرفت و تجارت، قالین سازی کی صنعت، ریلوے، معدنیات، محکمہ مال، وزارت امور خارجه، روشن خیالی کا فروغ، ایرانی معاشرہ اور مالی و اقتصادی تبدیلی کے موضوعات پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

مصنف نے ایرانی کی تاریخ کو چھ ادوار میں ذکر کیا ہے جن میں ساسانی عہد سے پہلے کی تاریخ، ساسانی عہد اور اسلام کی آمد، عربوں کی مرکزی حکومت، مغولوں کا حملہ، افغانہ اور نادر کا حملہ، عہد قاجار اور عہد پہلوی کا ذکر کیا ہے۔ ہر دور کو مختصر آڈ کر کرتے ہوئے مصنف ان مختلف ادوار میں ان کے حکمرانوں کی ترجیحات اور کارناموں کا ذکر کے آخر پر ایرانیوں کو ان کی معاشرتی خدمات اور اقدامات کے لیے سراہتے ہیں:

The Iranians were the first to write books on history and geography. In short, their contributions to general culture of the world during this period testify to the superior ability and intelligence of this gifted race who, when left to themselves have always worked wonders⁵⁰.

پروفیسر مولوی پہلوی دور کی سماجی، سیاسی، تاریخی، اقتصادی اور مالی صورت حال کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ جس دور میں وہ ایران کا سفر کرتے ہیں وہ ایران میں پہلوی دور کہلاتا ہے اور اس وقت ایران میں رضا شاہ پہلوی کی حکومت تھی۔ اپنے تمام سفر کے

دوران پروفیسر مولوی عہد حاضر کے جدید ایران کو بہتر سے بہتر طور پر دیکھنے اور سمجھنے کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں۔ آغاز سفر سے ہی کشتی میں سواری کے دوران ایسے ہم سفر مسافروں سے ایران کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں جو پہلے سے ایران کا سفر کر چکے ہیں⁵¹۔ پروفیسر مولوی جس بھی ایرانی تعلیمی ادارے خواہ وہ سکول ہو کالج ہو یا یونیورسٹی، وہاں کے تعلیمی نظام، تنظیمی ڈھانچے، فیس، وردی، نصاب سے متعلق ضروری معلومات حاصل کرتے ہیں۔ ایران میں اپنے قیام کے دوران زیادہ تعداد میں ایرانی مجلات اور ایرانی شعراء اور ادیبوں کی کتابیں پڑھا کرتے تھے اور اپنی کتاب میں موضوع سے متعلق گاہے بہ گاہے ان کے اقتباسات کو نقل کرتے ہیں۔ میرزاہ عشقی⁵² کے منظومہ "رستاخیز شہر یاران ایران"، عارف قزوینی⁵³ کی قومی نظموں اور دارالفنون⁵⁴ میں رضا زادہ شفق کے خطاب کے اقتباسات کو کتاب میں ذکر کیا ہے۔

ایران میں جدیدیت:

سفر ایران میں پروفیسر مولوی نمایاں طور پر ایرانی تہذیب، معاشرت اور صفائی ستھرائی کے نظام سے متاثر دکھائی دیتے ہیں اور ان رویوں کے سبب ایرانی قوم کو مشرق کے فرانسیسی⁵⁵ گردانتے ہیں۔ جس طرح مغرب میں فرانسیسی معاشرہ تہذیب، شائستگی اور اخلاق کا مظہر سمجھا گیا پروفیسر مولوی کے نزدیک مشرق میں ایرانی قوم ایسی خصوصیات کی حامل ہے جو جدید ایران کی ترقی کی علامت ہے:

Liberty of thought and liberty of action being encouraged, even the moustaches are undergoing various modifications. Some are overtrimmed, some are undertrimmed and some are clean-shaven. The only place where the beard is still prominent is on the chin of an old-fashioned mulla. In the case of women, skirts have suspended their long full indoor costumes, and hats have taken the place of *chadars*. Men and women move about in cars, in carriages and on foot without any reserve⁵⁶.

ایرانی لوگ خوش مزاج اور اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں جس کے سبب پروفیسر مولوی ایرانیوں کے ساتھ ملنا جلنا پسند کرتے تھے اور ان کے ساتھ گفتگو میں سہولت اور خوشی محسوس کرتے تھے۔ ایرانیوں کا یہ طرز عمل عوام اور خواص میں عام تھا۔ ایرانی پولیس افسران کا رویہ مصنف کے لیے حیران کن حد تک خوشگوار تھا۔ کمشنر جیسے عہدے کے بڑے افسر سے لے کر سپاہی تک کے چھوٹے درجے کے ملازم کا رویہ انتہائی شائستہ اور مہربان تھا جو مصنف کے سفر کے ابتدائی دنوں سے لے کر اختتام تک ہر جگہ ایک جیسا رویہ تھا۔⁵⁷

پروفیسر مولوی ایران میں امن و امان کی اطمینان بخش صورت حال پر خوشی و اطمینان کا اظہار کرتے ہیں۔ اس ضمن میں بوشہر میں قیام کے دوران وہاں پر امن عامہ اور تحفظ کا یہ عالم بیان کرتے ہیں کہ اپنے ہوٹل کے دروازے اور کھڑکیاں کھول کر سوتے جبکہ ان کا سامان

کمرے میں کھلا پڑا ہوتا اور اسی حالت میں کمرے کو تالا لگائے بغیر باہر نکل جایا کرتے لیکن ان کا سامان اسی طرح محفوظ رہتا۔ ان کو بتایا جاتا کہ اگر آپ اپنا سامان گلی میں بھی چھینک آئیں تو پولیس اس کو تلاش کر کے بحفاظت آپ تک پہنچا دے گی۔ امن و امان کا یہ عالم حقیقی طور پر قابل تعریف ہے اگرچہ اس میں مبالغہ کا امکان ہے لیکن مصنف کے مشاہدے کے مطابق عوام کے جان و مال کی حفاظت یقینی بنانے کے ٹھوس عملی اقدامات نظر آتے تھے۔⁵⁸

قانون، قواعد و ضوابط کی پاسداری کے متعلق شیراز شہر میں ہوٹل میں قیام کے دوران وہاں کے اصول و ضوابط کو سراہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ قارئین کے لیے ان اصول و ضوابط کو ترجمہ کی صورت میں کتاب میں پیش کرتے ہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بلدیہ کے عہدہ داروں کی تعریف کے ساتھ ساتھ ہوٹل مالکان کو کامیابی کے ساتھ ان قواعد پر عمل پیرا ہونے کی مبارکباد دیتے ہیں۔⁵⁹

وقت کی پابندی ایرانی معاشرے کی نمایاں خوبیوں میں سے ایک ہے جب کہ اس کے برعکس برصغیر میں وقت کی پابندی کو سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا اپنے اس تجربے کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

The next day being still under the impression that unpunctuality was a virtue in oriental countries, I went to Mr. Riyazi's office at 9-30 instead of the appointed time 9 A.M. To my great humiliation I learnt that he had been expecting me every minute⁶⁰.

جدید ایرانی معاشرے میں یکساں نظام تعلیم معاشرتی مساوات کا ثبوت ہے۔ یہاں امیروں کے لیے الگ سکول اور کالج نہیں۔ قدرت کے نزدیک تمام انسان برابر ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں اور یہ کسی بھی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ معاشرے میں مساوات کو فروغ دے اس طرح کہ اشرافیہ اور عوام جیسی کوئی تفریق تقسیم معاشرے میں وجود نہ رکھتی ہو۔

Unlike India, there are no Raj Kumar or Atchison Colleges for the sons of the nobility in Iran. All State children have equal rights and privileges against the State. "Heaven does not create men over men or men under men." The State makes no distinction between the nobility and the commoners. There is no privileged class in Iran⁶¹.

پروفیسر مولوی کے نزدیک ایران کی ترقی میں اہم کردار ادا کرنے کا ایک پہلو ملاؤں کی روشن خیالی ہے۔ اپنی کتاب میں پہلے وہ ملاؤں، مذہبی لوگوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ دیگر اسلامی ملکوں کی نسبت ایران کی سیاسی تاریخ میں ان شخصیات کا نفوذ بہت ہے⁶² اور اس سبب ان کی روشن خیالی براہ راست سلطنت کی روشن خیالی کا پیش خیمہ ہے۔⁶³

جدید ایران میں عورتوں کی آزادی اور ان کی خود اعتمادی مصنف کتاب کے لیے ایک خوشی کا امر ہے۔ وہ معاشرے میں عورتوں کے پر اعتماد کردار اور فعالیت پر اطمینان کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کتاب میں مصنف نے عورتوں کی آزادی سے متعلق تفصیلی بحث کی ہے۔

ماضی کے ایران میں عورتوں کے مقام اور جدید ایران میں عورتوں کی آزادی اور معاشرے کی تشکیل میں ان کی مثبت اور پر اعتماد فعالیت کو موازنہ کرتے ہوئے جدید ایران کی خواتین کو سراہتے ہیں۔ شیراز میں "دبیرستان شاہدخت" کے دورے کے موقع پر وہ طالبات سے ان کے مستقبل اور شادی کے حوالے سے گفتگو کرتے ہیں تو ان کے اس جواب سے نہایت خوش ہوتے ہیں کہ شادی کے ساتھ ساتھ وہ معاشرے کی ترقی میں ایک سرگرم شہری کے طور پر اپنا کردار ادا کرنی چاہتی ہیں۔

جدید ایران کی ترقی کے محرک ان تمام عوامل کا تجزیہ کرتے ہوئے پروفیسر مولوی ہندوستانی اور ایرانی معاشرے کی ذہنی وسعتوں کا تقابلہ کرتے ہیں کہ جدید ایران میں کچھ ایسی روشن خیالی ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہندوستان میں ان کا مرتکب ہو تو اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔⁶⁴

جدید ایران کے مشاہدات اور تجزیات پر مبنی اس کتاب میں مصنف کتاب مغربی سیاحوں کے بیان کردہ واقعات سے چشم دید حالات و واقعات کی روشنی میں اختلاف نظر کا اظہار بھی کرتا ہے:

I went to "Mihman-Khana Firdos", which is one of the three up-to-date and leading hotels in Isfahan. There was no trace of the lack of cleanliness which was formerly complained of by Western travellers"⁶⁵.

ایرانی طرز تعمیر کے متعلق یورپی مصنف کی رائے سے متعلق اظہار کرتے ہیں:

An European writer has remarked, "The houses in the cities of Iran without a single exception are made of clay and present a dingy appearance". If a dome made of clay could remain intact for fifteen hundred years, then a house made of clay would last forever"⁶⁶.

جدید ایران کی ترقی کے تمام محرکات اور پہلوؤں کے احاطے پر مبنی ذاتی مشاہدات کے نتیجے میں پروفیسر مولوی کے مطابق اس ترقی کا سہرا شاہ ایران رضا شاہ کے سر ہے:

The civilized Muslim world should be eternally thankful to Raza Shah Pahlavi through whose magnetic influence"⁶⁷.

پروفیسر مولوی بجا طور پر اعتراف کرتے ہیں کہ وہ ماضی کے ایران کی نسبت جدید ایران کو جاننے اور سمجھنے کے مشتاق تھے۔⁶⁸ پروفیسر مولوی کا تعلق تو ہندوستان سے تھا اور وہ فارسی زبان کے استاد اور فارسی زبان و ادب کی تاریخ کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ ایران اور ایرانی عوام سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے اور یہی نسبت سبب بنی کہ وہ گذشتہ صدی کے جدید ایران کو قریب اور بہتر انداز میں دیکھنے کے لیے ایران کے مسافر بنے اور اپنے شوق کی تسکین کے لیے عام لوگوں سے معلومات حاصل کیں، اہل علم و فضل کی صحبتیں اختیار کیں، اکابرین و صاحب اختیار شخصیات سے بھی مستفید ہوئے، نامور تاجروں کے علاوہ معروف شعراء اور ادباء سے شرف ملاقات حاصل کیا اور

اہم حکومتی شخصیات سے بھی ملے تب۔ رضا شاہ پہلوی کے جدید ایران کو بہتر سے بہتر انداز میں دیکھنے کے لیے ہر ممکنہ کوشش اور تحقیق سے کام لیا۔ جدید ایران کی طرف ترقی کے اس تیز ترین سفر کے متعلق لوگوں کے خدشات کو اپنی رائے سے مطمئن کرتے ہیں اور خوش نظر آتے ہیں۔ یہ سبھی اس عوامل اس کتاب کو تاریخی اعتبار سے اہم بناتے ہیں اور موجودہ ترقی کے دور میں اقوام کی جدیدیت کی بنیاد کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ تقسیم سے قبل ایک ہندوستانی مسلمان اور فارسی زبان و ادب سے منسوب استاد کا تاریخ، ادب اور ثقافت کے رشتوں سے منسلک قدیم تاریخی اہمیت کے حامل پڑوسی ملک کے سفری مشاہدات پر مشتمل یہ کتاب اپنے عہد تصنیف سے لے کر آج تک قارئین کے لیے دلچسپ اور مفید ماخذ کی اہمیت رکھتی ہے جس کے مطالعے سے مسافر کے حالات اور منزل کے دلچسپ واقعات سے دو ملکوں اور دو تہذیبوں کے تقریباً ایک صدی قبل کے باہمی معاشرتی تعلقات کے ساتھ ساتھ دیگر زمینی حقائق کو سمجھنے میں رہ نمائی حاصل ہوگی۔

حواشی و حوالہ جات

- 1 - معروف ایرانی ادیب اور ماہر لسانیات ڈاکٹر پرویز خانلری (1914ء-1990ء) نے فارسی زبان و ادب کے فروغ کے لیے سن 1965ء میں تہران میں "بنیاد فرہنگ ایران" کی بنیاد ڈالی جو آج کل "بڑو ہشنگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی" کے نام سے مشہور ہے۔
- آغاز میں یہ ایک شعبہ تھا جو بعد میں تین الگ شعبہ جات شعبہ عربی، شعبہ فارسی، شعبہ اسلامیات کی صورت میں تشکیل پائے۔
<https://ismailyusufcollegetest.mastersofterp.in/Department/Deptindex.aspx?page=a&ItemID=cgs&nDeptID=cacao>
- 2 - اس سفر نامہ کا عنوان فارسی کے معروف شعر سے ماخوذ ہے: حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد / روی گل سیر ندیدیم، بھار آخر شد۔
- 3 - سن 1950ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور میں شعبہ اردو نے "اردو دائرہ معارف اسلامیہ" کی بنیاد ڈالی۔ 1964ء سے 1989ء تک کے عرصہ میں 26 جلدیں تالیف ہوئیں، آخری جلد اشاریہ ہے۔ بعد میں پہلی اور دوسری جلد کا نکل بھی شائع ہوا؛ "تکملمہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ: حروف تہجی کی ترتیب پر، ایک عظیم موسوعہ علمی"۔ مجلس ادارت: محمود الحسن عارف، پہلی جلد، 2002ء، دوسری جلد 2008ء۔
- 4 - اوری اینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور میں "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" کے اہم تحقیقی منصوبے کا آغاز 1965ء میں ہوا۔ سن 1972ء میں 16 جلدوں میں یہ کام مکمل ہوا اور شائع ہوا۔
- 5 - پروفیسر مقبول بیگ کی تالیفات: "ادب نامہ ایران" یعنی ادبیات ایران کی مختصر تاریخ "پہلی جلد: دورِ چاشنی سے دورِ قاجار تک، دوسری جلد: چاشنی سے قاجار تک۔ سن اشاعت درج نہیں) / "تاریخ ایران" (مجلس ترقی ادب، لاہور، پہلی جلد: 1967ء، دوسری جلد: 1971ء) /

"اردو لغت" (اردو سائنس بورڈ، لاہور، پہلی اشاعت: 1969ء) / فارسی سے اردو ترجمہ: "سکینۃ الاولیاء" - تالیف داراشکوہ (شیر وانی آفسٹ پرنٹرز، دہلی، 1971ء) / "قواعد پنجابی" (پنجابی تحقیقاتی مرکز، 1973ء) - "ارمغان عقیدت" (فارسی شعراء کے منتخب مناقب - پہلی اشاعت کا سن درج نہیں۔ نظر ثانی ڈاکٹر عبدالغنی، سن 1990ء، لاہور۔)

7 - مقبول بیگ، بدخشی، سرزمین حافظ و خیام، غالب پبلشرز، لاہور، 1979ء: ص 15۔

8 - ضیاء الدین احمد، برنی، عظمت رفتہ، تعلیمی مرکز کراچی، 30 جولائی 1961ء، ص 331، 332۔

9 - Dharwad ہندوستان کے صوبہ کرناٹک کے شمال میں واقع شہر۔

10 - <https://www.kacd.ac.in/Departments/Urdu+and+Persian>

11 - Roper Lethbridge, The Golden Book Of India, Sampson Low, Marston and Company, London, 1900, P xiii.

12 - Farhad Daftary, Ismaili Literature; A Bibliography of Sources and Studies, I.B. Tauris Publishers, in association with The Institute of Ismaili Studies, London, 2004: P 130-131.

13 - قاضی بن محمد مشہور بہ قاضی نعمان (283-363 ہجری / اسماعیلیہ کے بلند پایہ فقیہ - ان کی عربی تالیف: الھمۃ فی آداب اتباع الائمۃ۔

Jawad Muscati and A.M.Moulvi, *Life and Lectures of the Grand Missionary Al-Muayyad-fid-Din al-Shirazi*, The Ismailia Association West Pakistan, 1950. (Ismailia Association for Pakistan Series 2).

14 - Moulvi, Modern Iran, Shah Bahram Printing Press, Bombay, 1938 : P 184-185.

15 - Ibid: P 193.

16 - فرید بلگرامی، بلگرام کی شعری اور ادبی خدمات، جلد 1، نعمانی پرنٹنگ پریس، لکھنؤ، 2020ء، ص 240۔

17 - محمد حسن، بلگرامی، کارنامہ پہلوی، نظامی پریس، لکھنؤ، 1940ء، دیباچہ، ص 32۔

18 - ایضاً، دیباچہ، ص 30۔

19 - "کارنامہ پہلوی" پروفیسر مولوی کی کتاب "Modern Iran" کا اردو ترجمہ ہے۔

20 - محمد حسن، بلگرامی، کارنامہ پہلوی، نظامی پریس، لکھنؤ، 1940ء، دیباچہ، ص 31۔

21 - Moulvi, Modern Iran, Shah Bahram Printing Press, Bombay, 1938.

22 - "اردی بہشت" ایرانی شمسی سال کا دوسرا مہینہ ہے۔

23 - عبدالرحمن سیف آزاد (1882ء-1971ء) ایرانی روزنامہ نگار تھا جو کئی سال جرمنی اور ہندوستان میں مقیم رہا۔ اس نے ہندوستانی

پارسیوں کی ایران میں ہجرت کے لیے کوشش کیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں رضا شاہ کی حکومت کی تبلیغ کیا کرتا تھا۔ اس نے 1901ء میں جرمنی کے

شہر برلن میں "جرمن اور مشرقی مصنوعات" کے نام سے عربی، فارسی، انگریزی، ترکی، ہندی اور جرمن زبان میں میگزین شائع کیا۔ تہران میں

"ایران باستان" کے نام سے اخبار شائع کیا جو 1932ء سے 1941ء تک شائع ہوتا رہا۔ اس اخبار کا مقصد غیر ملکیوں پہ شمول دوسرے ممالک میں مقیم ایرانیوں اور بالخصوص ہندوستانی پارسیوں کو ایران کی سیاسی اور اقتصادی کیفیت سے آگاہی دینا تھا۔ سیف آزاد نے "سالار ہند" کے نام سے ایک میگزین فارسی، انگریزی اور گجراتی زبان میں بھی شائع کیا۔ ہندوستان کے عمومی و خصوصی کتاب خانوں سے مستفید رہا۔ فارسی زبان میں اس کی کتابوں میں سے ایک جس کا عنوان "ہندوستان میں جمہوریت اور آزادی" ہے جو 1950ء میں شائع ہوئی؛ محرابی، معین الدین، سیف آزاد از پیک سفارت آلمان تار و زمانہ نگاری، ماہنامہ "جہان کتاب"، دی 1394 شمسی، شمارہ 320، تہران۔
24 - "ش" ایران میں مروجہ شمسی کیلنڈر کو ظاہر کرتا ہے۔

25 - سر ہر مزیجی کاوس جی دین شاہ عدن والا (1827ء-1900ء) بمبئی کے مشہور پارسی تاجر تھے:

<https://zoroastrians.net/2020/06/08/the-cowasjee-dinshaw-collection-of-the-adenwalla-archive/>

26 - امین الملک سر میرزا محمد اسماعیل (1883ء-1959ء) ان کے اجداد شیراز سے ہندوستان آئے تھے۔ مرزا اسماعیل بنگلور میں پیدا ہوئے اور دیوان میسور، جے پور اور حیدرآباد کن رہے۔ انھوں نے سن 1952ء میں ایران کا سفر کیا۔ انھوں نے اپنی انگریزی زبان میں My Public Life کے نام سے اپنی بیتی بھی لکھی:

Mirza Ismail, My Public Life: Recollections and Reflections of Mirza Ismail, London, 1954.

27 - Browne, Edward Granville, *A Literary History of Persia*, 1908, London.

28 - Sykes, P.M., *A History of Persia*, First Edition: 1915, London.

29 - John Malcom, *The History of Persia, from the most early period to the present time: containing an account of the religion, government, usages, and character of the inhabitants of that kingdom*, First Edition: 1815.

30 - Moulvi, *Modern Iran*, Shah Bahram Printing Press, Bombay, 1938 : P ii.

31 - رضا شاہ پہلوی (1878ء-1944ء) ایران کے صوبہ مازندران کے سواد کوہ ضلع کے کسی قصبہ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے سن 1925ء سے لے کر 1941ء تک ایران میں سلطنت کی باگ دوڑ سنبھالی (25 اپریل 1926ء تا ج پو شتی)۔ ایران کے دورہ قاجار کے اواخر میں، رضا خان ایک سپاہی تھا ان کی اعلیٰ کارکردگی کے صلہ میں ان کو "سردار" کے عہدہ تک پہنچایا اور ان کو "سردار سپہ" کا لقب دیا گیا۔ رفتہ رفتہ حکومت کے امور میں وزیر جنگ اور اس کے بعد وزیر اعظم بنے اور آخر کار شہنشاہ ایران کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

32 - پشوتن جی دوسابھائی مارکر (1871ء-1965ء) ہندوستان کے بڑے پارسی تاجر جنھوں نے بچوں کے لیے اسکول، یتیم خانہ وغیرہ بنوایا:

<http://www.zoroastrian.org.uk/vohuman/Article/Marker,Peshotanji%20Dossabhai.htm>

[m](#)

33 - Moulvi, *Modern Iran*, Shah Bahram Printing Press, Bombay, 1938 : P iii.

³⁴- شیراز کے نزدیک تاریخی مقام (تخت جمشید)۔

³⁵ - Moulvi, Modern Iran, Shah Bahram Printing Press, Bombay, 1938 : P 202.

³⁶ - Ibid: P 169.

³⁷ - Ibid: P 217.

³⁸ - Ibid: P 218.

³⁹ -Ibid: P 5.

⁴⁰ - علی خان ریاضی (1883ء-1947ء) سیاست دان، وزیر جنگ اور شیراز کے ناظم تعلیمات تھے۔

⁴¹ - Moulvi, Modern Iran, Shah Bahram Printing Press, Bombay, 1938: P 7.

⁴² - Ibid: P 26.

⁴³ - Ibid: P 24.

⁴⁴ - عیسیٰ صدیق اعلم (1894ء-1978ء) اس وقت تہران یونیورسٹی کے آرٹس فیکلٹی کے ڈین تھے بعد میں وزیر تعلیم رہے۔

⁴⁵ - ڈاکٹر صادق رضا زادہ شفق (1895ء-1971ء) تہران یونیورسٹی میں فارسی زبان و ادب کے استاد تھے، فارسی ادب کی تاریخ سے متعلق

ان کی مشہور کتاب "تاریخ ادبیات ایران" پہلی مرتبہ 1941ء میں شائع ہوئی۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کن کے فارسی زبان کے استاد سید

مبارز الدین رفعت نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو پہلی بار 1955ء میں شائع ہوا اور بعد میں متعدد بار اس کی اشاعت ہوئی۔

⁴⁶ - Moulvi, Modern Iran, Shah Bahram Printing Press, Bombay, 1938: P 31.

⁴⁷ - Ibid: P 29.

⁴⁸ - Ibid: P 203.

⁴⁹ - Ibid: P 197.

⁵⁰ - Ibid: P 33,34.

⁵¹ - Ibid: P 1.

⁵² - میرزادہ عشقی (1893ء-1924ء) ایران کے جدت پسند اور وطن پرست شاعروں میں سے ہیں۔ ان کا منظومہ "رستاخیز شہریاران

ایران" بہت مشہور ہے۔

⁵³ - عارف قزوینی (1882ء-1934ء) ایران کا مشہور وطن پرست شاعر۔

⁵⁴ - میرزا تقی خان امیر کبیر (1807ء-1852ء) ایران کے وزیر اعظم نے سال 1851ء میں تہران میں جدید علوم و فنون کی تعلیم و ترویج

کے لیے "دارالفنون" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جو 1939ء تک ایک یونیورسٹی کی طرز پر فعال تھا۔ معاصر ایران کی نامور شخصیات اس ادارہ

سے فارغ التحصیل رہیں۔

⁵⁵ - Moulvi, Modern Iran, Shah Bahram Printing Press, Bombay, 1938 : P 4.

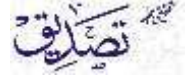
⁵⁶ - Ibid: P 9.

⁵⁷ - Ibid: P 28.

⁵⁸ - Ibid: P 4.

⁵⁹ - Ibid: P 19.

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210



Vol. 7 No. 2 (2025)

-
- ⁶⁰ - Ibid: P 13.
⁶¹ - Ibid: P 195.
⁶² - Ibid: P 97.
⁶³ - Ibid: P 216.
⁶⁴ - Ibid: P 8.
⁶⁵ - Ibid: P 24.
⁶⁶ - Ibid: P 26.
⁶⁷ - Ibid: P 8.
⁶⁸ - Ibid: P 25.